پروفیسر ڈاکٹر عبدالغفور میمن*

وادیٔ سندھ کے ادب کا پیغام

Abstract: *If we sincerely look into the literature of the world, we will find the unity in diversity, peace, love and harmony in the all the creative writings of the world. Creativity is positive expression for self recognition. Literature is not absolute subject it is related with all subjects' of social science and natural science. When we say "wadiye Sindh" it means whole the sub continent, because the history has his own geography. Wadiye Sindh literature is basically core of philosophy of peace and harmony. "Buly Shah", "Warish Shah", "Lalan Shah", "Rehman Baba" , "Sachal Sarmast","Kabir Das" , "Tulsidas" and Shah Latif, the message of these poets is same.*

As Shah Latif said:

Oh! God
Let Sindh prosper!
Oh Gracious friend (God)
Let nations flourish!

Sindhi literature is divided in two parts one Classical Literature and second modern literature.

Classical literature is based on "Mysticism" Mysticism is the centuries old living reality. It has been surviving in all the major systems and philosophies. Shah Kareem, Qazi Qadan, Khuwaja Muhammed Zaman , Shah Latif, Sachal Sarmast and Sami, the series of these poets believe in mysticism. They believe that Sufism means religion and philosophy of love, the acknowledgement of all faiths; the equality of all the human beings.

The philosophy of second part of Sindhi Literature is Progressivism.

Progressivism is the echo of Sufism; the modern writers of Sindh also express the humanism, equality and harmony. Sheikh Ayaz is the pioneer of modern Sindhi poetry. His poetry philosophically treats to all instincts of human beings.

After 1990 the world was connected as a globalism. This was declared the post modernism. Living in the post modernism, where people are seriously ill with the disease of materialism; divinity is died in the man, reality is no longer fixed or determined. All the truth within the postmodern context is relative to one's view point or stance.

* چیئرمین سندھی لینگویج اتھارٹی، حیدرآباد سندھ۔

Today's climate of hatred and frustration, communal disharmony, rigidity, extremism and social discord demands that we must reunion and study anew. Sindhi literature and language has many challenges in new era. The bigger problem is immaturity, decline of knowledge, extremism and identity with things and loss of spirituality.

It has been observed that Sindhi writers are playing their part in this era by their research and creation. Their message is vital and energetic for peace and harmony.

جب ہم ادب کی بات کرتے ہیں تو انسانی تاریخ، کلچر، روایات، واقعات، جن میں دُکھ سُکھ، خوشیاں، فلسفے، جدوجہد، سیاست، سماجیات، زمان اور مکان سب آجاتے ہیں۔ کیونکہ ادب کوئی ابسولیوٹ موضوع نہیں، ادب کے سارے موضوعات سے جُڑا ہوا ہے۔ وادیئے سندھ کا ادب بھی ایسی حسین روایات سے جُڑا ہوا ہے۔ جب میں وادیئے سندھ کا تذکرہ کرتا ہوں تو اس کا مطلب صرف موجودہ سندھ کی جاگرافی نہیں، بلکہ وادیئے سندھ کا مطلب پوری انڈین تہذیب ہے۔۱

ایرانی جب سندھ میں آئے تو ان کی زبان میں 'س' کا تلفظ نہیں تھا، اس لئے وہ 'سندھ' کو 'ھند' کہتے تھے۔ پھر جب یونانی آئے تو ان کے ہاں 'ھ' نہیں تھا، اس لئے 'ھند' کو 'انڈ' کہتے تھے۔ لہذا جب ہم قدیم سندھ کی بات کرتے ہیں تو ہم پورے انڈیا کی بات کرتے ہیں۔ جب یورپ میں سیاہ دور تھا، مذہبی بھید بھاؤ میں انسانی خون کی ہولی منائی جارہی تھی، اس وقت مرکزی مشرق میں رومی جیسا شاعر پیدا ہوا۔ جس نے کائنات کو آفاقیت اور الاہی اسرارات کے رقص میں سرگردان ڈسکور کیا تھا۔ وادیءسندھ کی روایات میں لوک ادب جنم لے رہا تھا، لوک ادب جس کی روایات میں جوانمردی، بہادری، تخیل، پیار اور سچائی کے اسباق سموئے ہوتے ہیں۔

یورپ میں جب روشن خیالی کے دور کا آغاز ہوا، تو " ڈیکارٹ پہلے فلسفی تھے، جنہوں نے کہا کہ میں سوچتا ہو، اسی لئے میں ہوں"، اس نے عقل کی بنیاد ڈالی، جس کی بناء پر کلاسیکل ادب کے دور کا آغاز ہوا۔۲، یورپ میں میتھالوجی ہو یا کلاسیکل ادب کا دور مگر ادب کے موضوعات دیوتا، دیویاں، بادشاہ، سوداگر، امیر، جرنیل، شہزادے، ان کی ٹریجڈیاں، ان کی پُرتکلف پارٹیاں تھیں، عام آدمی کا تذکرہ یورپ کے کلاسیکل ادب میں نہیں ملتا۔ یورپ کے کلاسیکل ادب میں عام آدمی کی اہمیت نہیں۔ اس وقت وادیئے سندھ میں فریدا، لالن شاہ، قاضی قادن، شاہ کریم مخدوم نوح جیسے شاعر پیدا ہوئے۔

فریدہ دل اندر دریا، کنڈی لگا کے کیا پھرے،
منجھ ہی ٹُبی مار، منجھوں ہی مانگ لی۔۳

یہ اس وقت کی شخصیت کی اندرونی پہچاں کا اہم پہلو تھا۔ اس وقت مخدوم نوح نے کہا:

پڑی جو اوس، اسے بوند نہ سمجھو اے لوکو،
روئی ساری رات، دیکھ کے دُکھ والوں کو۴۔

اس کے بعد شاہ لطیف پیدا ہوتا ہے، جس کی شاعری کو عام طور پر صوفی شاعری کہا جاتا ہے، عام طور پر اسے اللہ کا درویش کہا جاتا ہے، لیکن صوفی ہونا یا اللہ کا درویش ہونا لطیف کی تعریف نہیں، شاہ لطیف کی تعریف یہ ہے کہ اس نے عام آدمی کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا اور عام آدمی کو عظیم بنایا۔ لطیف کی شاعری کے کردار سارے کے سارے غریب طبقے سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ لطیف کے کردار دیوی یا دیوتا والی میتھالوجی سے نہیں ہے۔ لطیف کی میتھالوجی بھی سماجی ہے، سماجی نوعیت کے مسائل ہیں۔۵۔ ماروی ایک مظلوم غریب اور اکیلی عورت، جس کی بہادری اور وطن پرستی بھی کسی عظیم جرنیل سے کم نہیں، سسئی ایک نادار، غریب لڑکی جسکو پہاڑوں کا سفر کرنا پڑا، اس کی بہادری بھی کسی مرد سے کم نہیں۔ سوہنی جو کہ محبت کی خاطر دریاء تیرتی ہے۔ رومی تو رقص میں کائنات کو فرد سے وحدت میں جوڑتا ہے، لیکن لطیف کا کردار رائے ڈیاچ تو سُر اور ساز پر اپنے سر کو قلم کرکے دیتا ہے۔ ایسے کردار ہمیں شیکسپیئر کے ہاں نہیں ملیں گے، ایسے کردار ہومر کے اوڈھیسی میں نہیں۔

اٹھارویں صدی میں ولیم ورڈس ورتھ فطرت کی بات کرتا ہے، لطیف ستر ہویں صدی میں کائنات کے حُسن، آسمان، ستاروں بھری رات کی بات کرتا ہے، وہ کھیت، سر سبز فصلیں اور پھولوں کی بات کرتا ہے۔ لطیف کی محبت کیٹس، شیلی بائرن سے کم نہیں، جب وہ کہتے ہیں:

ڏول مَ ڪٽي ٻانھڙي پرھ مَ ڪٽي پانڌ
آئون پنھنجو ڪانڌ، لوڪان لڪي راھيان.٦

ترجمہ: میرے محبوب مجھ پر اپنی محبت کا سایہ نہ ہٹائیں، کاش صبح نہ ہو۔ اور میں اسی رات میں اپنے محبوب اپنے پاس رکھتی رہوں۔

لطیف وقت کو روکنے کی خواہش کرتا ہے، کہتا ہے کہ جب محبوب ساتھ ہو تو وقت رُک جائے، لمحے تھم جائیں، کائنات کا رقص چلتا رہے، مگر وقت کی رفتار ختم ہو جائے، اور محبوب اس کی بازو میں رہے۔

اور بلھے شاہ کہتا ہے:

وے بلھیا جب یار ملن پیا تے جع خمیس تے چھن چھن کیا۷۔

کارل مارکس نے جدید دور کی تقاضا کرتے ہوئے 'معاش' کو دنیا کا بنیادی محرک قرار دیا، اس کا خیال تھا کہ دولت کی بناء پر انسان کا رویہ تبدیل ہوتا ہے۔ کبیر بھگت پندرھویں صدی میں بول گیا کہ:

دھن وتی کو کانٹا لگا، دوڑے غیر ہزار،
نردھن گرا پہاڑ سے، کوئی نہ آیا یار۔۸

دوسری جگہ کہتا ہے:

کبیرا اس جگت میں اُلٹی دیکھی ریت
پاپی بیٹھا راج کرے اور سادھو مانگے بھیک

کبیرا کل جگ پڑا، سادھو بنے نہ کوئی

کتنے گائے مسخرے پوجا ان کی ہوئی۔۹

جدید دنیا کے سائکولوجی کے ماہرین کا کہنا ہے کہ پریشانی، مسلسل دباؤ انسان کی ذہنی صلاحیتوں کو کم کر دیتا ہے۔ انسان کے دل کا درد اس کے اعصابی درد بن جاتا ہے۔ ایک سو برس پہلے تلسی نے کہا تھا:

چِنتا سے چتورائی جائے، دکھ سے گھٹے سریر

تلسی یہ اچرج ہے، من نہ درے دھیر۔۱۰

جدید فلسفی ژاں پال سارتر وجود اور عدم وجود پر ۱۰۰۰ صفحات پر مشتمل کتاب لکھتا ہے، جس کے ۱۰۰ صفحات وجود پر ہیں، ۹۰۰ صفحات عدم وجود پر لکھے ہیں، لطیف کل ۳۴۰۴۳ الفاظ استعمال کئے ہیں، جب کہ شیکسپیئر نے ۳۱۵۳۴ الفاظ استعمال کئے تھے۔ شاہ نے سب سے زیادہ جو لفظ استعمال کیا ہے وہ ہے 'نہیں' لفظ یہ ۹۶۶ مرتبہ استعمال کیا ہے۔ وہ عدم وجود ہے، یہ عدم وجود کیا ہے؟ یہ کائنات کی ابدیت کی بات ہے، یہ انسان کو عاجزی، انکساری، پیار، ہمدردی، مساوات اور جدوجہد کی جانب لے جاتی ہے ، شاہ لطیف نے سب سے زیادہ حروف استعمال کیا ہے، وہ ہے 'س'، یہ سندھی حرف ہے، جس کا مطلب ہے 'بہتر یا اچھا'، یعنی یہ 'Symptom of Positivism' ہے۔ سندھ میں رجائیت کی انتہا ہم عام طور پر بھی دیکھ سکتے ہیں۔

جب آئن اسٹائن ائٹم کے اندر چھپی انرجی کی بات کرکے دنیا کو حیران کر دیا، لطیف نے ۳سو برس پہلے کہا تھا کہ:

حقيقت هن حال جي جي ظاهر ڪريان ذري،

لڳي ماٺ مرن کي، وڃن وڻ ٻري

ڏونگر پون ڏري، اوپڙ اُپري ڪين ڪي.۱۱

ترجمہ: اگر میں تھوڑی سی بھی حقیقت بیان کروں تو، سارے چرند پرند خاموش ہو جائیں، اور یہ پہاڑ بھی پھٹ جائیں۔ اور پھول درخت اور یہ ہریالی ساری ختم ہو جائے اور پھر ہر چیز اُگنے جیسی نہ رہے۔

یہ تماشا ہم نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر دیکھا۔

انسان ایک رنگ میں مادی ہے اور دوسرے رنگ میں جیو ہے۔ ایک رنگ میں روح ہے، تو دوسری جانب مایا ہے، ایک رنگ میں کچھ ہے تو دوسرے رنگ میں کچھ بھی نہیں۔

کوانٹم سائکولوجی کے رابرٹ انٹون ولسن کا کہنا ہے کہ:

> Quantum psychology is new concept of change your way of perceiving yourself and the universe for the 2list century. Some say it materialistic, other call scientific and still other insists it mystical. Quantum psychology says it's all of those and none of these.۱۲

شاہ لطیف کہتے ہیں:

کوڙين ڪاياڻون تنهنجون، لکن لک هزار

جيءَ سپ ڪنهن جيءَ سين درسن ڌارون ڌار

پريمر! تنهنجا پار، ڪهڙا چئي ڪهڙا چوان۔۱۳

ترجمہ: تمہاری صورتیں بیشمار ہیں تو تمہاری صفتیں بھی کروڑوں ہیں۔ حالانکہ ہر شئے میں سانس ہے پر ہر ایک کی صورت الگ الگ ہے۔ اے میرے محبوب تمہاری اتنی صفتیں ہیں کہ میں کونسی بیان کرکے کونسی کروں۔

یہ پوسٹ ماڈرنزم کا دور ہے جس میں ایک طرف انسان اپنی ایجادات کا غلام ہے تو دوسری جانب مشرق میں انسانی اقدار کا بحران ہے۔

ایرک فراہم، اسٹیون کوی، گولڈ مان، ایچھ بی ڈینش، نوم چومسکی، ڈینیل بروسٹن جیسے دانشمندوں نے انسان کے اندر کی قوت کی بات کی ہے اور اتھینٹک نالیج اور روحانیت کی بات کرتے ہیں۔ ایک اچھے سماج کی بات کرتے ہیں۔ انسانیت کی بات کرتے ہیں، مگر ہم انہیں صوفی نہیں کہتے۔

جبکہ جنوبی شاعر بلے شاہ، خواجہ غلام فرید، لالن شاہ انسانیت کی بات کرتے ہیں، ہم انہیں صوفی کہہ کر محدود کردیتے ہیں۔ وہ صوفی ضرور تھے، شاعر بھی تھے، مگر یورپ میں تھلیز سے لیکر پرمنائیڈز تک فلسفہ شاعری میں ہوا ہے۔ ہومر سے شیکسپیئر تک فلسفہ شاعری میں پیش ہوا ہے، جس کا سبب یہ ہے کہ شروع میں اظہار کا واحد ذریعہ شاعری تھی، جس طرح کسی زبان میں پہلے سُر ملتے ہیں، حروف صحیح بعد میں ملتے ہیں۔ اسی طرح نثر میں اظہار بڑے عرصے کے بعد ملتا ہے۔

آج جب ہمیں گلوبل ولیج کا تصور ہمیں دیا گیا ہے تو ڈینیل بوسٹن کے کہنے کے مطابق:

> New and revolutionary knowledge is everywhere available for "Everyone on your finger tips, only the concept of good society will make difference."۱۴

بہترین سماج، بہترین انسان، محبتی گلوبل ولیج، آئیڈیل سماج یہ سارے وہ اصطلاح ہیں، جو ہماری وادی سندھ کے تمام شعراء کے پاس موجود ہیں۔ شاہ لطیف سے لیکر خوشحال خان خٹک، شیخ ایاز تک سارے شعراء کے فکر فہم میں خوشحال سماج کا تصور موجود ہے۔

محبتي ميڙي ڳوٺ ٻڌجي هڪڙو

All the lovers should be united for making one global village.

هلو هلو ڪاڪ تڙين جتي نينهن اُچل

نڪا جهل نه پل، سيڪا پسي پرين کي۔۱۵

Let's go let's go to the shore of kaak
Where love come in the ruling

Not controlling nor curb, everyone sees be loved.

نتیجہ:

وادیٔ سندھ میں ادب فطرتی رجحانات اور میلانات کا حسین امتزاج ہے، نہ تو وہ کسی وقتی نظریے کی مرہونِ منت ہے نہ کسی تحریک کے بنیاد پر پیدا ہوا۔ وادیٔ سندھ کے شعراء کو صوفی کہہ کر ہمیشہ ان کو محدود کیا جاتا ہے۔ کارلائل کے دلائل کے بنیاد پر تو ہر شاعر عظیم ہو سکتا ہے، لیکن وادیٔ سندھ کا شاعر اس سے بڑھ کر ہے، جو پیغام وادیٔ سندھ کے شعراء کا ہے، وہ آج کے مابعد الجدیدیت کے دور کی ضرورت ہے۔ وہ ہے اچھا سماج، امن، پیار اور خوشحالی۔

حوالہ جات:

1. *http://en.wikipedia.org/wiki/names_of_india*

۲۔ قاضی، قیصر السلام، فلسفے کے بنیادی مسائل، طبع ہفتم، نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2012ء، ص173

۳۔ محمد آصف خاں، آکھیا فرید نے، پاکستان پنجابی ادبی ابورڈ، لاہور ۱۹۹۷ء ص ۳۱۴

۴۔ میمن عبدالجید سندھی، سندھی ادب کی مختصر تاریخ کاٹھیواڑ کراچی ۱۹۸۳ء ص ۹۰

۵۔ جامی چانڈیو، سندھی جوگیاں ذات، پیکاک پرنٹرس، کراچی دسمبر ۲۰۱۶ء۔ ص ۲۴۔ ۲۵

٦. صفدر حسين مرزا ،گنج شريف ، شاھ جو رسالو. الف بي وار، شاھ لطيف ڀٽائي چيئر 2012ء ص 436

7. Jean Paul Sartre, "Being and No nothingness", translated by Hazel E Barnes, Rocket Book, Washington square Press New York 1966, P- 45.

8 https://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%AA%D9%84%D8%B3%DB%8C_%D8%AF%D8%A7%D8%B3

9. .http://www.nawaiwaqt.com.pk/mazamine/27-Jan-2011/107587

10. https://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%AA%D9%84%D8%B3%DB%8C_%D8%AF%D8%A7%D8%B3

١١. گربخشاڻي هوتچند مولچند ڊاڪٽر ، شاھ جو رسالو ، ڀٽ شاھ ، ثقافت مرڪز ڀٽ شاھ 1985ء ص 349

12. Robert Anton Wilson,Quantum psychology,, New Falcon Publication, TEMPE, AREZONA USA 1990 PAGE. 73

١٣. گربخشاڻي هوتچند مولچند ڊاڪٽر ، شاھ جو رسالو ، ڀٽ شاھ ، ثقافت مرڪز ڀٽ شاھ 1985ء ص ٨۵.

14. Daniel J. Boorstin, "The Seeker", 1992, Vintage Books New York. Page 91

١۵ . ڊاڪٽر غفور ميمڻ ،شاھ لطيف جا فڪري ، سوجهرو پبليڪيشن ڪراچي 2015 ء، ص 168 ۽ 169.

☆☆☆☆☆